درس نمبر 30

دروس سلوک وتصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی

مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

بعثت نبوی ﷺ سے قبل زمانہ عالم انسانیت کے لئے سیاہ تھا، مغربی دنیا کی تاریخ بھی اس زمانے کو سیاہ دور (Dark age) کے نام سے موسوم کرتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ دنیا سے علم حقیقی کا اٹھ جانا اور جاہلیت کی حکمرانی کا مسلط ہونا تھا۔ پیغمبرانہ ہدایت اور اس پر عملدرآمد کا دور ختم ہو چکا تھا۔ جہاں علم (Knowledge) نہیں ہوتا وہاں جہالت (Ignorance) کاراج ہوتا ہے، جہالت صرف ان پڑھ (illiterate) ہونے کو نہیں کہتے۔ بلکہ یہ انسانی ذہن کی اس کیفیت کو کہتے ہیں، کہ جب حقیقت کی معرفت اور پہچان نہ رہے، انسان حقیقت الحقائق یعنی اپنے رب کی پہچان سے قاصر ہو جائے، وہ اپنے خالق و مالک کے حقوق بھول جائے، وہ دنیا اور اس کی لذتوں میں ایسا کھو جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالی سے بے خبر ہو جائے، وہ دنیا میں اللہ جل شانہ کی نعمتوں کو استعمال کرے، لیکن بھول جائے کہ نعمتیں عطا کرنے والا منعم حقیقی رب ذوالجلال ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں اس کو جو نعمتیں اور آسائشیں مل رہی ہیں وہ اس کی سمجھ، بوجھ، ذہانت، محنت اور مہارت کا نتیجہ ہیں۔ اللہ کی معرفت کے نور سے جو سوچ خالی ہو، وہ لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہوتی ہے۔

عالم انسانیت کے دور سیاہ (Dark age) میں آمروں، حکمرانوں اور رؤساء کے پاس دولت کے بڑے بڑے انبار تھے، بڑے بڑے خزانے اور بے پناہ وسائل تھے، دنیاداری اور دولت کمانے کا علم بھی تھا، تعلیم بھی تھی اور معلومات بھی، لیکن وہ علم؛ جو انسان کو اپنے خالق اور مالک کی پہچان عطا کرے، جو انسان کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرے، جو دنیا میں زندگی گزارنے کے اصول ”حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی،، کی معرفت دے، جو انسان کو اللہ تعالی کی رضا کے حصول کا طریق کار سمجھائے جو انسان کی فطرت سلیمہ اور ضمیر کو فطرت بالفعل اور خواہشات نفسانی اور حیوانی پر قابو پانے کے گر سکھائے، وہ علم جو انسان کے دل ودماغ پر اقرار الوہیت ووحدانیت کا یقین ثبت کرے، جو اس کو عملی توحید کی راہ پر ڈال دے، جو اس کی بصیرت نفس کو زندہ کر کے فجور وتقویٰ کے درمیان تمیز کرنے کی سمجھ دے، جو اس کے من میں نیکی بدی اور خیر وشر کا امتیاز اور امانت کی

ذمہ داری کے احساس کو اجاگر کرے، وہ بعثت نبوی سے پہلے عنقا تھا، اُس کا نتیجہ حکمرانوں کی فرعونیت، ہامانوں کی ریاکاری، دجل وفریب اور قارونیوں کے اکتناز وارتکاز مال ودولت کی شکل میں عیاں تھا، عوام الناس بھوک، پیاس، خوف اور غم کا شکار تھی، علم کا سورج جہالت کے گھپ اندھیروں کے پیچھے چھپ گیا تھا، ہر طرف سیاہ اندھیرا تھا، کسی کو صحیح راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں نے بھی منہ موڑ لیا تھا، رحمت خداوندی کا نزول بند ہو گیا تھا، انسانوں نے درندوں کا روپ دھار لیا تھا، ہر طرف ظلم وبربریت، جبر واستبداد کا دور دورہ تھا، جہالت کی وجہ سے بادشاہ اور رؤساء ظالم درندے بن چکے تھے، عوام الناس کی زندگی کی ہر گھڑی ایک دردناک عذاب کی داستان سنا رہی تھی، قتل، غارتگری اور دہشت گردی کا بازار گرم تھا، مقتول کو قاتل اور قاتل کو مقتول کی موت کی وجہ معلوم نہ تھی، اللہ سے غافل قوتیں بندگان خدا کا خون بے دریغ بہا رہی تھیں، ہر طرف انتشار اور افتراق کی فضا تھی۔ لوگ اللہ کی بجائے مخلوقات الٰہی سے خائف تھے، اللہ کی بجائے مظاہر فطرت کی پوجا کی جاتی تھی، کوئی سورج چاند اور ستاروں کا پجاری تھا اور کوئی دریا ندی نالوں کا، پہاڑوں سے خود پتھر اکھاڑنے والے انہیں کی تراش خراش کر کے اپنا خدا بنا لیتے تھے، جانوروں اور درندوں کو دیوی دیوتا کا درجہ دیا جاتا تھا، لوگوں نے بے علمی اور جہالت سے کاہنوں، جادوگروں، ٹونے ٹوٹکہ اور تعویذ گنڈہ کرنے والوں کو مذہبی پروہتوں اور پیشواؤں کا درجہ دیا تھا، وہ دیوتاؤں کی طرح ان کی عزت وتکریم کرتے تھے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے، وہ پنڈتوں، پجاریوں اور کاہنوں کو اپنا راہبر، راہ نما اور مرشد سمجھتے تھے، اور ان کے وسیلے سے پرماتما، ایشور اور بھگوان سے مرادیں طلب کیا کرتے تھے، آج بھی بدقسمتی سے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے ان پڑھ جاہل، بےعلم، اور گنوار طبقات میں وہی فرسودہ جاہلانہ طور طریقے اور رسوم ورواج عام ہیں، یہ علم سے بے بہرہ وہ لوگ ہیں، جو توحید اور معرفت الٰہی کی بجائے مشرکانہ عقائد کا شکار ہو کر فکری اختلال وانتشار میں مبتلا راہ حق سے گمراہ ہو گئے ہیں۔ یہ سب علم کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

عالم انسانیت کے دور سیاہ میں معرفت الٰہی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان کا رشتہ اپنے خالق سے ٹوٹ جاتا ہے، ہر سمت کفر اور شرک کی یلغار ہوتی ہے، اللہ وحدہ لاشریک کی توحید نرغے میں ہوتی ہے، ظالم انسان اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنا رشتہ توڑ دیتے ہیں، علاقۃ الانسان باللہ، فطرت کی ایک اٹل حقیقت اور قانون ہے، ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دریافت کیا کہ اللہ کیسا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اللہ بالکل ویسا ہے جیسا کہ تم گمان کرتے ہو، فطرت کا ایک اصول ہے کہ اگر انسان اپنے خالق ومالک کے ساتھ رابطہ اور تعلق رکھے اور ہر کام میں اسے یاد کرے اور اس سے مدد چاہے تو یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے، اس سے تعلق رکھتا ہے اور ہر کام میں اس کی مدد کرتا ہے۔

تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ انقلاب مصطفوی ﷺ سے قبل حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت

عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عہد تک ایک لاکھ چوبیس ہزار برگزیدہ پیغمبروں نے اپنے اپنے دور میں دنیا کے لوگوں کو اللہ جل شانہ کی راہ پر رکھنے کے لئے انتھک محنت، مشقت، سخت ریاضت اور عملی جدوجہد کی ، اس راہ میں ہر قدم پر انہیں سخت مصائب ، شدائد اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، نوع انسان میں ان سب سے بہتر اور افضل ہستیوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، انہیں زدوکوب کیا گیا، ان پر آوازے کسے گئے انہیں لعن طعن کیا گیا، حتیٰ کہ انبیاء ، رسل اور پیغمبروں کو شہید کیا گیا ،لیکن ان سب مشکلات اور اذیتوں کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ان پاک طینت اور باحوصلہ بندوں نے حوصلہ نہیں ہارا، وہ ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے لیکن ظلم وستم کی تیز آندھیاں ان کے پائے ثبات کو کمزور نہ کرسکیں، وہ اللہ جل شانہ کی توحید کا ڈنکا بجاتے رہے، غفور ورحیم رب کی وحدانیت کے ترانے گاتے رہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو واحد مطلق ماننے اور اس کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرنے کا درس دیتے رہے، اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کی طرف بلاتے رہے لیکن شومئی قسمت کہ انبیاء کے ہر دور میں دین اسلام کی اتباع اور پیروی کرنے والوں کی تعداد بہت محدود رہی ، ہر زمانہ میں انسان جہاں جہاں بستا رہا، پیغمبر، رسول اور اللہ کے برگزیدہ نبی علیہم السلام وہاں پہنچتے رہے، روئے زمین پر کوئی خطّہ ایسا نہیں رہا، کہ جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید، احدیت اور وحدانیت کا پیغام اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں نے نہ پہنچایا ہو، یہ اللہ کی راہ کے وہ مجاہد تھے، جو اللہ کی توحید کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتے رہے، اور ہر جگہ رب جلیل کی نعمتوں اور برکتوں سے دنیا کو مطلع کرتے اور اس کی آیات اور نشانیوں سے دنیا کو باخبر کرتے رہے۔

اللہ کے برگزیدہ پیغمبر لوگوں کو جابر اور ظالم آمروں، انسان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے اور آزادی سلب کرنے والے بادشاہوں اور انسانوں کو انسان کے سامنے جھکنے اور سجدہ پر مجبور کرنے والے حکمرانوں کی جھوٹی خدائی ، استحصالی حربوں ، استیصالی ہتھکنڈوں ، اپنی حکومتوں کو مضبوط کرنے کے لئے حکمرانوں کے جھوٹ، مکر، دجل اور فریب کی شاطرانہ چالوں سے لمحہ بہ لمحہ آگاہ کرتے رہے، انہیں اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے، انہیں ہزار جھوٹے خداؤں کی بجائے ایک وحدہ لاشریک کے سامنے جھکنے کے لئے تلقین کرتے رہے، لیکن ظالم اور جاہل انسان کی سوچ ،عقل، فکر اور اس کی ذہنیت جب ایک مرتبہ کسی انسان کی غلام ہو جاتی ہے تو اس کو سچائی اور حق کے بارے میں لاکھ سمجھایا جائے، وہ چاروں طرف اپنی، اپنے خاندان، ملک ،قوم اور ملت کی بربادی ، تباہی اور رسوائی کو پنی آنکھوں سے خود دیکھنے، پسنے اور تباہ ہونے کے باوجود اس کا مفلوج اور غلام ذہن اپنے فکری اور نظریاتی شیطان صفت آقا، کے خلاف نہیں سوچتا، وہ اپنے مفلوج ذہن اور غلام فکر کی وجہ سے کبھی بھی حقیقت اور سچائی کے بارے میں غور نہیں کرے گا، اس کے فرسودہ دماغ کی زنگ آلود سوئی ایک بار جہاں اٹک گئی وہ وہیں اٹکی رہے گی، اس کا ذہن فرعونیت کی خود ساختہ داستانوں اور من گھڑت قصے کہانیوں میں اٹکا رہے گا، وقت کا فرعون اس کو روٹی کپڑا مکان کا جھانسہ دے کر اس کے سر کو ہمیشہ اپنے سامنے جھکانے پر مجبور کرتا

ہے، فرعون وقت اپنی پارٹی کے لوگوں کو اپنی اقتداء اور متابعت میں جھوٹ ، دھوکا، فریب ، دغا بازی، مکاری کی تعلیم دیتا ہے، ابلیسی اور طاغوتی طاقتیں اپنے مشن کی تکمیل کے لئے پوری طرح فرعونوں اور ان کی پارٹیوں کا ساتھ دیتی ہیں، کسی دور، زمانہ اور ملک میں ایک وقت میں ایک فرعون یا نمرود یا ہامان یا قارون یا آمر یا ڈکٹیٹر نہیں ہوتا، یہ مختلف روپ ، حالت اور شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ ان میں بعض بادشاہ اور حکمران ہوتے ہیں، بعض ان کے مشیر اور وزراء ہوتے ہیں، بعض ان کے عمال اور حکام ہوتے ہیں۔ بعض حکومت وقت کے اتحادی ہوتے ہیں، بعض فرعون وقت اور اس کی پارٹی کے مخالف ہونے کا بہروپ بھر کر عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں اور کاروبار فرعونیت میں بھرپور حصہ لے کر حق نمک ادا کرتے ہیں۔ فرعونیت، درحقیقت یزیدیت کی طرح ایک استعارہ ، ایک خاص سوچ، فکر اور ذہن (Mind- set) کا نام ہے، یہ کوئی بھی ہوسکتا ہے، اس کا کوئی مخصوص لباس، حلیہ ، قدوقامت، مکان، ادارہ، جماعت ، انجمن اور پارٹی نہیں ہوتی، فرعون کہیں بھی ہوسکتا ہے ، یہ بادشاہوں کے محل، وزیروں کی کوٹھیوں، امراء اور رؤساء کے بنگلوں، عوام الناس کے ووٹوں سے منتخب ہونے والی اسمبلیوں اور سینٹ، حکومتی انتظامیہ کے اداروں ، عدالتوں، کچہریوں، پولیس تھانوں، علمائے سو کی مسجدوں ، امام بارگاہوں، کلیساؤں، چرچ، مندر، گوردواروں، پارٹیوں، غیر حکومتی تنظیموں، انجمنوں، اداروں ، مذہبی اور نیم مذہبی سیاسی جماعتوں، تجارتی انجمنوں، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا، یونین، مدرسوں، سکول، کالجوں، یونیورسٹیوں، خود ساختہ پیروں، نام نہاد مشائخ اور صوفیاء، عاملوں، نجومیوں، ڈبل شاہوں حتیٰ کہ فقیروں اور بھکاریوں کی انجمنوں اور سوسائٹیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ ایک مخصوص ذہن، فکر، سوچ فلسفہ اور ایک انتہائی خطرناک بیماری ہے۔ نفسیات کے ماہرین اس بیماری کو شیزوفرینیا یا انشقاق ذہنی کا نام دیتے ہیں۔ بیماری کی اس خاص اور خطرناک قسم ''خبط عظمت (Paranoid) ہوتی ہے، جس کی شدید ترین قسم ''پیرانوی عتاہٹ (acute paranoid disorder) ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین ہزار دوسو ستاسی سال قبل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا زمانہ نبوت تھا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ایک ہزار چار سو اکانوے برس قبل تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذریعے دین حنیف کے ذریعے اقوام عالم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عملی توحید کا درس دیا۔ بنی اسرائیل کے سب پیغمبر اپنے دادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ اور پرچار کرتے رہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے بہت اولوالعزم انبیاء اور رسول علیہم السلام آئے، اپنی قوم کی اصلاح احوال کے لئے جو بھی پیغمبر مبعوث ہوا، تہذیب اخلاق، اصلاح معاشرہ اور عوام الناس کی بیداری شعور کے علاوہ ان کا فریضہ نبوت تین نکات پر قائم رہا؛ اللہ جل مجدہ کی توحید اور عبودیت کا اقرار، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیغامات کو سمجھنے

اور قبول کر لینے کی استعداد واہلیت کے لئے انسانوں کی تربیت اور سب سے اہم فریضہ اللہ سبحانہ وتعالی کے محبوب خلق اول محمد الرسول نبی آخر الزماں باعث تخلیق کائنات ﷺ کے آنے کی خبر، آپ ﷺ پر دل وجان سے ایمان لانے اور ان کی نصرت کے لئے تیاری کا ہوتا تھا، انبیاء ورسل علیہم السلام نے یہ تینوں فرائض اس تسلسل اور تواتر سے ادا کئے، گویا یہی مقصد تخلیق کائنات اور ان کی بعثت کا راز تھا، اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت کے بعد ہر زمانہ کے نبی، رسول اور پیغمبر علیہم السلام کا سب سے اہم فریضہ اللہ تعالی کے حکم کے مطابق آپ ﷺ پر اللہ کی بارگاہ میں التجاء ترسیل رحمت کے لئے درود شریف کا ہمہ وقت ورد تھا، ہر نبی علیہ السلام نے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر دے کر نوع انسانی کو نسل درنسل آپ ﷺ کے انتظار میں محو اشتیاق رکھا، یہ انبیاء علیہم السلام کی جانب سے صرف ایک مجرد اطلاع نہیں ہوتی تھی، بلکہ پیغمبروں، رسولوں اور انبیاء پر ہر دور میں نازل ہونے والے مقدس صحیفوں اور الہامی کتابوں میں اتمام حجت کے لئے آپ کی تمام علامات اور صفات حتیٰ کہ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کی جگہ، مقام، شہر اور آپ کے دارالہجرت تک کے آثار کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ہر کتاب اور صحیفہ میں آپ ﷺ کا بھرپور تذکرہ ہوتا تھا، تاکہ کسی کو آپ ﷺ کے پہچاننے میں دشواری نہ ہو، اللہ تعالی کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی عظمت اور شان کو دیکھ کر ہر نبی کی خواہش ہوتی تھی کہ انہیں آپ ﷺ کی اقتداء اور امتی ہونے کا شرف حاصل ہو جائے ہر نبی اپنے خاندان میں آپ ﷺ کی ولادت کی تمنا کرتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تعمیر کعبہ کے بعد اپنی خدمت کی قبولیت کے صلہ میں اپنی دعا کے آخری حصے میں سب سے بہتر تمنا کا اظہار یوں فرمایا کہ ’’اے میرے رب! ہماری اولاد میں سے ایک ایسا رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو لوگوں کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور انہیں کتاب دانائی اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک اور صاف کرے۔،،

یہ امر ذہن میں مستحضر رہے کہ اس دعا کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے فرزند ارجمند سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام تعمیر کعبہ میں اپنے والد گرامی کا ہاتھ بٹا رہے تھے اور سیدنا حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ابھی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یہ دعا نہ صرف نبی محتشم ﷺ کے تزک واحتشام اور تاجدار انبیاء ہونے کی عظمت کا اقرار تھا بلکہ حضور نبی آخر الزماں ﷺ کی دنیائے ارضی میں آمد کی خبر اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کا عمل نباء بھی تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حصرت عیسی مسیح روح اللہ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کسی نہ کسی طریقے سے اپنی امتوں کو نبی آخر الزماں احمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے آگاہ کرتے رہے، گروہ انبیاء (اسرائیل) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلالت قدر اور عظمت وشان کا ایک امتیازی نشان یہ بھی ہے کہ آپ مجدد انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ قانون ربانی تورات مقدس (Old Testament) کے بعد بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے انجیل مقدس یا بائبل (New

Testament) سے زیادہ عظیم المرتبت دوسری کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ انجیل مقدس سے ہی تورات شریف کے قوانین ربانی کی تکمیل ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے ایک سو نوے اور نبوت کے ایک سو پچاس کے بعد علمائے یہود نے دین موسوی میں اپنی قوم کے قارونی اور ہامانی سرداروں کے زیر اثر طرح طرح کی گمراہیاں پیدا کرلی تھیں، انجیل مقدس نے تورات کی شارح کی حیثیت سے بنی اسرائیل کو ان گمراہیوں سے بچنے اور رجوع الی الاسلام کی دعوت دی اور اس طرح مسخ کردہ تورات کی اصلاح کا فریضہ ادا کیا سیدنا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا فراموش کردہ پیغام ہدایت دوبارہ یاد دلایا اور باران رحمت کی طرح بنی اسرائیل کی مردہ، خشک اور بنجر کھیتی کو دوبارہ تازہ کرنے کی جدوجہد کی لیکن بدبخت صہیونیوں نے مشرکین روما کے ساتھ مل کر اللہ سبحانہ وتعالی کے اس برگزیدہ پیغمبر اور بنی اسرائیل کے آخری نبی کی بری طرح تکذیب کی، ان کو جھٹلایا، ان کے پیغام کا مذاق اڑایا، ان کو بے عزت کیا، ان پر طرح طرح کی جھوٹے الزامات لگائے حتی کہ بدبخت یہودیوں نے ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام جیسی فرشتہ سیرت، اللہ کی نیک بندی اور دنیا کی معزز ترین خاتون پر بھی ناجائز تہمتیں لگائیں، اور اس طرح اللہ جل مجدہ کی نافرمانی اور سرکشی کے مرتکب ہوتے رہے، یہ وہی بدبخت اسرائیلی تھے کہ جنہوں نے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا حضرت ہارون علیہ السلام کو طرح طرح کے دکھ دیئے، اور اپنی بے سروپا تاویلات اور کج بحثی سے جلیل القدر پیغمبروں کو زچ کیا، انہی بدبختوں نے ان کے بعد آنے والے برگزیدہ رسولوں کو جھٹلایا، ان کو اذیت دی اور کئی ایک کو شہید کیا۔

(جاری ہے)